رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۴

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی

جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ہفتہ وار اخبار جو ہر جمعرات کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر
فاروق
پروپرائٹر
خاکسار
قاسم علی

جلد ۲ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۲۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح اچھے ہیں۔ حضور نے ایک اشتہار ان اعتراضوں کے جواب میں رقم فرمایا۔ جو زلزلہ کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر مخالفین خصوصاً ملّا محمد بخش کی طرف سے کیئے گئے۔ یہ اشتہار ۱۱ مئی بعد از نماز مغرب حضور نے دیا اور رات کے ۲ بجے تک ۱۲ صفحے لکھا کر یہاں سے لاہور بھجوایا گیا اور وہاں غالباً ۱۲ مئی ہی کو چھپ کر شائع ہو گیا ؛

۲۔ یہاں جناب ابوبکر یوسف سوداگر جدہ (جو ایک مخلص احمدی ہیں) کے بیٹے مولوی محمد سعید صاحب پڑھتے تھے ۲ سال میں اس عزیز نے بہت ترقی کی۔ پچھلے سال مولوی کا امتحان پاس کیا۔ اس سال مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ اب عزیز موصوف نے جدہ جانا تھا۔ مکرمی ماسٹر عبدالرحیم صاحب کی دیرینہ آرزو برآئی وہ بھی انکے ساتھ بارادہ حج کعبہ ۱۶ مئی کو روانہ ہوئے ۱۴ مئی کو طلباء مدرسہ احمدیہ نے اپنے ہر دلعزیز پروفیسر ماسٹر عبدالرحیم صاحب اور مولوی محمد سعید صاحب کو ٹی پارٹی دی۔ جسمیں حضرت امیرالمومنین بھی شامل تھے کوئی ساٹھ ستر معززین دارالامان جمع تھے طلباء نے بساط خورش کا انتظام نہایت عمدگی سے کیا۔ اپنے بزرگوں کی تعظیم و تکریم تواضع خاطرداری ایسی ہی بجالائے جیسی انسے توقع کی جاتی تھی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء ایڈریس جو مکرمی ماسٹر صاحب کو دیا گیا موزون تھا اس کا ایک ایک فقرہ اثر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ماسٹر صاحب کا جواب بھی نہایت برمحل اور رقت خیز تھا۔ ماسٹر صاحب جس مخلصانہ جوش سے رخصت کیئے گئے وہ بہمہ وجوہ اسکے اہل تھے۔ وہ ایک کام کرنیوالی روح اپنے اندر رکھتے تھے۔ اور خلافت ثانیہ میں انہیں بعض اچھی خدمات ادا کرنے کا موقعہ ملا جس سے انہوں نے بہت سا روحانی فائدہ حاصل کیا۔ وہ ایک عرصہ تک الفضل کے ایڈیٹر لکھتے رہے جن کے پڑھنے سے آپکی انشاپردازی آپ کی جرنلسٹک کو الیفیکشن ظاہر ہے ریویو انگریزی اور اردو کو بھی عرصہ تک ترتیب دیا۔ اور ترجمہ تو آپ ایسا کرتے کہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اسکے علاوہ مانیجر یا مارشیش مالابار میں انگریزی خطوط و کتابت اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ڈاک کی پیشی سب کام آپ سرانجام دیتے رہے۔ پھر قادیان کی لوکیلٹی کے لحاظ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو فائز المرام واپس لائے اور ہم بہت جلد حاج الحرمین الشریفین ماسٹر عبدالرحیم کے عنوان سے خیر مقدم کر سکیں ہمیں یقین ہے کہ ماسٹر صاحب احمدیت کی تبلیغ اور عربی زبان بولنے میں خاص مہارت حاصل کرنے اور فاروق کے ذریعے اپنے کوائف سفر سے احمدی جماعت کو اطلاع دینے کی طرف خاص توجہ رکھیں گے ؛

۳۔ مکرم میر قاسم علی صاحب وکیل انجمن احمدیہ کے جنرل اجلاس میں باتفاق رائے سکرٹری مقرر ہوئے۔

(مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ایم قاسم علی نے چھپوا کر شائع کیا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مبارک امید ہے کہ میر صاحب مکرم اس عہدہ کے نازک فرائض کو نہایت سرگرمی سے ادا فرماویں گے ؛

۱۶ مئی کو ایک گھنٹہ خوب بارش ہوئی۔ ۱۸ مئی کو بھی ابر محیط ہے۔ حضور نے آج کے جمعہ کے خطبہ میں جماعت کو دعا کی طرف توجہ دلائی تا پیش آمدہ امور میں روکیں نہ پیدا ہوں۔ بعد از نماز مغرب حضرت اولوالعزم نے

۵۔ یہ پرچہ ضیاء الاسلام مشین پریس چند روز بند رہنے کی وجہ سے چار روز لیٹ شائع ہوتا ہے کاتب کی سخت دقت ہے اسلئے آئندہ پرچہ بھی وقت پر نہیں نکل سکے گا ؛

۶۔ ماریشس سے چار طلباء پہنچ گئے ہیں پیر محمد غلام حسین۔ زین العابدین۔ الیاس نام ہیں وہ آتے ہی اس طرح مل جل گئے کہ گویا قادیان میں ہی رہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولوی غلام محمد صاحب صوفی نے کس اعلیٰ پیمانہ پر انکی تربیت فرمائی اور کس طرح قادیان کی زندگی کا نقشہ انکے سامنے کھینچتے رہے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء

نامۂ صادق

نمبر ۳

جہاز کا سفر تو بہت ہی مضبوط اور تندرست لوگوں کا کام ہے۔ یہ تو کچھ احباب کی دعائیں ہی معلوم ہوتی ہیں جنہوں نے مجھے سلامت پہنچا دیا۔ ورنہ تھوڑی سی دیر کی سمندری بیماری بھی بہت ہی پریشان حال کر دیتی ہے۔ ہاں میں نے تمام حالتوں میں احباب کے واسطے بہت بہت دعائیں کی ہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے کرم کے دروازے پر انکی قبولیت کے واسطے امیدوار ہوں ؛

تبلیغ کا سلسلہ دیسیوں اور ولائتیوں میں برابر جاری ہے۔ میں ایک نسخہ ٹیچنگز آف اسلام لیئے کرسی پر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک لیڈی نے کہا۔ یہ کتاب مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کیا مجھے کبھی پڑھنے کو دیں گے میں نے کہا بڑی خوشی سے ابھی لیجئے۔ لے گئی مطالعہ کر رہی ہے جب ملتی ہے۔ بہت تعریف کرتی ہے۔ ہنوز کتاب اسکے پاس ہے۔ ایک صاحب پوچھنے لگے۔ از لام کون بزرگ ہے جسکی تعلیمات کی یہ کتاب ہے میں نے اُسے سمجھایا۔ اسلام کسے کہتے ہیں۔ یورپ کے لوگ لفظ اسلام سے واقف نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام کی بجائے لفظ محمڈنزم استعمال کرتے ہیں ؛

اس جہاز پر چند انگریز دا لنٹیر ہیں جو ہانگ کانگ ملایا وغیرہ علاقوں سے بادشاہ کی جنگی خدمات کا حق ادا کرنے کے واسطے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب مصور ہیں۔ جو ہاتھ سے تصویر رنگین بناتے ہیں۔ انہوں نے میری ایک تصویر اُس حالت کی کھینچی ہے۔ جبکہ میں صبح ڈک پر آرام کرسی میں بیٹھے ہوئے قرآن شریف کی منزل پڑھا کرتا ہوں۔ اور اُسکے اوپر لکھا ہے بزرگ نیک سندباد سیاح۔ اس تصویر کے سبب چند روز بہت دلچسپی رہی۔ میں نے اُسے اسکے شکریہ میں سلسلہ حقہ احمدیہ کی ایک انگریزی کتاب بطور تحفہ کے دی ہے۔

مسٹر کنگ جنکی درخواست بیعت فارم انگریزی بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اسی ڈاک میں روانہ کی جاتی ہے۔ نیک اور غریب آدمی ہیں حضرت خلیفہ ثانی کی تصنیفات پڑھ کر بہت خوش ہوتے اور دوسروں کو بھی دیتے ہیں۔ انکے ذریعے سے اور بھی کئی لوگوں کو تبلیغ کی گئی ؛

امید ہے۔ کہ ہم انشاء اللہ کل مارسلینز پہنچیں گے ؛

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے۔ جس جہاز پر سوار ہو کر میں جا رہا ہوں۔ اس کا نام سارڈینیا ہے سارڈینیا دراصل ایک جزیرے کا نام ہے۔ جو حکومت اطالیہ کے ماتحت اور جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوب میں ہے کل ہمارا جہاز اس جزیرے کے قریب سے گذر رہا تھا اسواسطے میں نے مناسب جانا۔ کہ اس جزیرے کے رہنے والوں کو ایک تبلیغی خط لکھوں۔ کہ تم سارڈینیا میں رہتے ہو۔ اور میں سارڈینیا پر جا رہا ہوں۔ اور اسوقت سارڈینیا سارڈینیا کے پاس سے گذر رہا ہے۔ ان تعلقات کو مدنظر رکھکر میں یہ خط لکھتا ہوں اور ایک حق پہنچاتا ہوں۔ خط لکھ لیا ہے کسی کا ایڈریس تو معلوم نہیں۔ نہ وہاں کی زبان میں جانتا ہوں۔ غالباً کوئی اخبار وہاں ہوگا۔ اسواسطے بنام ایڈیٹر روزانہ اخبار لکھدیا ہے۔ مارسلز ڈاک میں ڈالا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ چاہیگا۔ تو کچھ نتیجہ نکل ہی آئیگا وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔ سردی ابھی سے خوب ہے۔ جب ہوا چلتی ہے تو باہر کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں انگلینڈ میں اس سے زیادہ سردی ہوگی۔ اچھا جو اللہ کو منظور ہو۔ انگلینڈ جانا تو ایسے انگریزی خوانوں کا کام تھا۔ جو دو چار کوٹ جرابی کے بدن پر رکھتے ہوں مگر وہ بیٹھ پھیر گئے تاکہ یہ کمزور جان بھی کچھ ثواب حاصل کرلے۔ سو یہ بھی انکی مہربانی۔ والسلام

محمد صادق عفی اللہ عنہ۔ جہاز سارڈینیا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۱۷ء

قریب مارسلز ملک فرانس

مولوی عزیز بخش صاحب کی اردو دانی

گذشتہ دنوں میں ڈیرہ غازیخاں میں غیر مبائعین کا جو جلسہ ہوا تھا اور جسمیں انہیں سخت ناکامی ہوئی تھی۔ اسکی روئداد عزیز بخش صاحب نے پیام میں شائع کرائی ہے۔ جسمیں آریہ سماجیوں کے متعلق لکھتے ہوئے اسطرح داد فصاحت دی ہے کہ "۱۸ مارچ کی صبح کو مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر آریہ مذہب کا بیخ وبن ادھیڑ دی"

اسپر آریہ گزٹ نے لکھا ہے کہ "یہ ایک نہایت شستہ۔ دہلوی لکھنوی وغیرہ وغیرہ محاورہ یا فقرہ ہے۔ جو ۱۵ اپریل کے پیغام صلح میں شائع ہوا ہے" اول تو یہ بیخ وبن کے اُدھیڑنے کا محاورہ ہی دلچسپ ہے۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے "کا" سے لکھنا چاہیئے یا کی سے۔ اور "دی" سے لکھنا چاہیئے یا "دیا" سے یہ مضمون لکھنے والے صاحب ہی جانیں"

ہمیں افسوس ہے کہ مولوی عزیز بخش صاحب نے زبان اُردو میں جو خاص اضافہ فرمایا تھا۔ اس کی فصاحت وبلاغت کا اعتراف کرنے کے لئے وہ شخص بھی تیار نہیں جو کسی غیر کے شعر کو درست اور صحیح لکھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ چنانچہ اسی نوٹ میں ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ نے مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی شان میں ایک شعر اس طرح لکھا ہے کہ ؎

بُت کریں آرزو خدائی کی ؛ یہ شان ہے تیری کبریائی کی

معلوم نہیں ایڈیٹر صاحب کو مصرعہ ثانی میں یہ اپنی طرف سے ملانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ یہ تو وہ خود جانیں۔ لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ مولوی عزیز بخش صاحب کی نسبت ان کے لئے اسقدر گنجائش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار فاروق قادیان
مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۱۷ء

نبوت مسیح موعودؑ
(نمبر ۳)

وھب اور کسب

خدا تعالےٰ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے رحمان کے معنے ہیں بلا مبادلہ رحم اور فضل کرنے والا پھر اسکے کوئی انعام کسی کسب یا عمل کے اسپر انعام کرنیوالا اور رحیم کے معنے ہیں بالمبادلہ کسی انسان کو۔ انسانیت۔ خوبصورت شکل صحیح قویٰ۔ عقل۔ درست اعضاء۔ سانس لینے کو ہوا۔ پینے کو آب خوشگوار دریا۔ کھانے کو پھل اور غلہ کثرت سے مہیا کرنا۔ آسمان۔ زمین۔ سورج چاند۔ ان کی روشنی تمازت۔ ستاری۔ ان کے تاثیرات یہ سب رحمان کی رحمانیت سے ملے ہیں کسی کسب اور عمل کا نتیجہ نہیں اسلئے یہ کسب کچھ موہبت سے ہے اور وہبی کہلاتا ہے۔

انبیاء کا دنیا میں مبعوث ہونا۔ شریعت یا کتاب کا یا ہدایت کا لانا یہ سب رحمانیت کے انعامات ہیں اسلئے یہ بھی وہب کہلاتے ہیں اور کسبی نہیں ہوسکتے۔ کسی انسان کو ایک دانہ کے بونے کے بعد چھ ماہ کے متواتر سعی اور محنت کے بعد ایک پھلی کا ملجانا جسمیں سو دو سو دانہ ہوتا ہے یہ رحیمیت کے انعامات میں سے ہے اسلئے کسب کہلاتا ہے۔

رحیمیت کے اندر رحمانیت ہے۔ اور ضرور ہے مثلاً ایک زمیندار ایک دانہ بوتا ہے ضرور نہیں کہ بارآور ہو ضائع ہوسکتا ہے۔ یہ ضایع نہ کرنا اور بارآور کرنا رحمانیت سے ہے پھر ممکن ہے زمین پرورش نہ کرے ممکن ہے وقت پر پانی نہ برسے ممکن ہے بعض زمینی یا آسمانی آفات بارآور ہونے نہ دے مگر ان تمام مشکلات سے نکال کر کمال تک پہنچانا یہی رحمانیت سے ہے ورنہ اگر دانہ ضائع ہوجاوے تو زمیندار کس طرح روک سکتا ہے زمین پرورش نہ کرے تو زمیندار کیا کرسکتا ہے وقت پر پانی نہ برسے تو زمیندار کیا کرسکتا ہے آسمانی یا زمینی آفات کا ظہور اور صدور کو زمیندار کیا کرسکتا ہے یہ سب رحمانیت ہے وہب ہے کسب یہاں بے دخل ہے رحمانیت اور وہب سے کام چلتا ہے کسب کو بارآور کرنا بھی وہب ہے پس محض کسب بھی لاشئے اور لاشے ہے جب تک اسکے ساتھ وہب کو دخل نہ ہو۔ رحیمیت کا دار بھی رحمانیت پر ہے۔

ایک اور مثال ہے ایک شخص ہے اسکے کل قویٰ اور طاقتیں اور اعضاء درست ہیں اسنے شادی کی بیوی ہے۔ اب کل قویٰ اور طاقتوں اور اعضاء کا درست اور کارآمد ہونا رحمانیت ہے وہب ہے بیوی کا عالم وجود میں موجود ہونا رحمانیت ہے وہب ہے . . . . . اسکا بھی ہر طرح قابل تولید اولاد ہونا رحمانیت ہے وہب ہے مگر شادی کرنا اور اسکے ساتھ ملنا رحیمیت ہے اور کسب ہے مگر ضروری نہیں یہ سب حالات موجود ہوں پھر بھی دونوں کے ملنے سے ضرور اولاد ہو۔ اور وہ بھی نرینہ ہو۔ یہ مراد حاصل ہونا پھر بھی رحمانیت اور وہب کا محتاج ہے۔ ورنہ ہزاروں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ گو ہے زن و شوہر میں کوئی طبعی نقص نہیں آتا ہے وہ برسوں سے اولاد اور پھر خصوصاً نرینہ اولاد کے لئے ترستے ہیں مگر نصیب نہیں ہوتی اسلئے اگرچہ سامان سے کام لینا کسب کرنا عمل کا ہونا رحیمیت کے ماتحت ضروری ہے تابع کسب کو بارآور اور باردار کرنا یا اسباب کو کامیاب کرنا یہ فعل بھی رحمانیت کا ہے یعنی وہب ہے۔

پس اسقدر لمبی اور مفصل تمہید کے بعد ہم اصل مطلب پر آتے ہیں کہ بیشک کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول مقرر کرنا مقام نبوت یا منصب نبوت پر قائم کرنا درجہ نبوت عطا کرنا وہب ہے رحمانیت سے تاہم یہ نہیں کہہ سکتے نبوت کے مقام پر سرفراز ہونے سے قبل ضرور وہ شخص بدچلن اور بدمعاش ہونا چاہئے تاکہ ہم کہدیں کہ اسکے ساتھ محض رحمانیت سے کام ہوا۔ ورنہ وہ تو ایک بدچلن اور بدمعاش شخص تھا۔ جو ایسا خیال کرتا ہے وہ سلسلہ انبیاء اور رسل کو ہرگز نہیں سمجھا۔

جسقدر نبی اور رسول ہوئے ہیں پیشتر اس کے کہ وہ مقام نبوت اور منصب نبوت پر کھڑے کئے جاتے وہ سب بچپن سے معصوم۔ پرہیزگار اور طبعاً بدیوں سے پرہیز کرنے والے اور خیر خواہ و بہی خواہ عالم ہوتے تھے۔

اگر ان نبیوں میں سے کوئی کسی کتاب یا شریعت کے ماتحت پیدا ہوا تھا۔ تو زمانہ نبوت تک وہ اس شریعت یا کتاب کے ایک ہی پابند اور تابع ہوتا تھا جیسا کہ ایک اول درجہ کے مومن کو ہونا چاہیئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیم اور شریعت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک کہ خود مقام نبوت اور منصب نبوت پر کھڑے نہ کئے گئے تھے۔ چلتے رہے ان من شیعتہ لابراہیم گواہ ہے حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم پر عامل تھے فامن لہ لوط" شاہد ناطق ہے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شریعت اور تعلیم پر عامل تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے اپنی اولاد اسی تعلیم و تربیت ابراہیمیہ پر عمل کرنے کا اقرار کیا ہے جنکا ثبوت پارہ اول قرآن کریم کا آخری رکوع ہے۔ اور انکی اولاد نے اقرار کیا کہ ہم ضرور اسی تعلیم پر عامل رہینگے۔ اور اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ دادا کی شریعت کے اتباع کرتے تھے۔ اور اسکا اقرار اتبعت ملۃ ابائی ابراھیم واسحاق ویعقوب" (سورہ یوسف) خود ہی تصدیق کر رہا ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل از نبوت حضرت شعیب کی تعلیم پر عمل کیا اور کرتے رہے۔ اور

صورحم اور فضل کرنے والا کسب اور عمل کا پھل دینے والا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح سب انبیاء بنی اسرائیل حضرت مسیح ناصری تک حضرت موسیٰ کی شریعت کی متبع تھے۔ اور اسی پر قبل از نبوت اور بعد از نبوت عمل کرتے رہے اور پھر خود حضرت محمد رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیم کی شریعت پر عمل کرتے رہے اور اسکے متبع تھے یہ الگ امر ہے کہ اسوقت حضرت ابراہیم کی شریعت کس شکل میں موجود تھی ورنہ آپ غار حرا میں روزے عبادت کس تعلیم پر چلکر رکھتے تھے اور وہ مجاہدات کس شریعت کے ماتحت کرتے رہے۔ نعرہ توحید ان کے کان میں کہاں سے پڑا۔ اور بتوں سے نفرت کس طرح حاصل ہوئی یہ مانا کہ نبی اور رسول ہو کر توحق الیقین تک پہنچے مگر میرا سوال تو اس زمانہ کے متعلق ہے کہ جب آپ نبی اور رسول نہ تھے۔ یعنی نبوت سے قبل کی چالیس سالہ زندگی کے بارے میں۔ اس زمانہ میں علم الیقین کہاں سے ہوا۔ اگر تم جواب نہ دے سکو تو ہم ضرور یہی جواب دینگے کہ حضرت ابراہیم کی اس رہی سہی شریعت سے علم الیقین ہوا تھا۔ جس کی کچھ کچھ چنگاریاں اسوقت تک اس دو ہزار سالہ راکھ میں پائی جاتی تھیں۔ جس سے علم الیقین حاصل کرنا حضرت محمد رسول اللہ جیسے پاک اور صاف آئینہ والے مقدس انسان کا کام تھا۔ اور وہ بھی محض رحمانیت اور وہب سے تھا ورنہ دوسری دنیوی گرد و غبار اور ضلالت کے ہر امر میں پوشیدہ زنگاہ اسکو تاڑ نہ سکتی تھی۔

پس ہمارا دعویٰ صاف ہے کہ اگرچہ کسی پاک انسان کا نبی اور رسول ہونا اور مقام نبوت اور منصب نبوت پر ممتاز ہونا رحمانیت سے ہے تاہم وہ رحیمیت کے ماتحت نبوت سے پہلے بھی مجاہدات اور کسب کرتے رہے اور قبل از نبوت بھی انوار نبوت۔ برکات نبوت اور انعامات جو کشوف رؤیا صالحہ اور الہامات اور استجابت دعا ہیں ان کو حاصل کرتے تاہم یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ انکا منصب نبوت پر مقرر ہو جانا اسی کسب اور مجاہدات کا لازمی نتیجہ تھا جو ایسا خیال کرتا ہے وہ جاہل ہے

وہ لوگ جن کو انعامات نبوت برکات نبوت یا انوار نبوت حاصل ہوتے ہیں۔ ایک زمانہ میں بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں اگرچہ وہ نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر انہی لوگوں میں سے کسی ایک شخص کو ضرورت زمانہ کے ماتحت خدا تعالےٰ منصب نبوت اور مقام نبوت پر مقرر فرماتا ہے اور جسقدر لوگ نبی اور رسول ہوئے ہیں ایسے لوگوں میں سے ہوئے ہیں۔ اسلام میں اور اسلام سے قبل دوسرے مذاہب میں ایسے لوگ بکثرت ہوئے ہیں اور اسلام میں تو کل مذاہب اور ادیان گذشتہ کے مجموعی تعداد سے بھی ایسے لوگ زیادہ ہوئے ہیں یہی صلحائے امت تھے یہی جماعت منعم علیہ تھے۔

اسلام میں ایک اولین کی جماعت ہے اور دوسرے آخرین کی جماعت جو مصداق و آخرین منہم لما یلحقوا بہم کی ہے پہلی جماعت سیدنا حضرت محمد صلعم کے صحابہ کی ہے اور دوسری جماعت سیدنا حضرت احمدؑ کے صحابہ کی ہے ان دونوں جماعتوں میں ایسے لوگ بکثرت ہوئے ہیں اور ہونگے۔

ایک زمانہ ایک ہزار سال کا وہ ہے جسکو احادیث نبویہ میں فیض اعوج سے موسوم کیا گیا ہے اس میں بھی ایسے لوگ تھے اور بہت تھے مگر ان دو زمانوں کے مقابلہ میں فی صدی کے حساب سے انکی تعداد النادر کالمعدوم تھی۔ چونکہ کثرت اسمیں گمراہی کی رہی ہے اسلئے وہ زمانہ فیض اعوج کا کہلایا۔ اور حضرت نبی کریم نے انکے حق میں "لیسوا منی ولست منہم" فرمایا ہے۔

پس ایمان کی تازگی اور اسلام کی سرسبزی کے زمانے امت محمدیہ کے لئے صرف دو ہیں ایک وہ جو "اولین کا زمانہ" ہے جنمیں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ نے اپنی ذات خاص سے ظہور فرمایا ہے فیوض اور برکات سے ممتاز کیا ہے اور دوسرا وہ ہے جو آخرین کا زمانہ ہے جسمیں ایک ایسا شخص ظاہر ہونا تھا جو "مستجمع تمام کمالات محمدیہ" مع نبوت محمدیہ ہونا تھا وہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہے۔ جس کا نبی اللہ اور رسول اللہ ہونا ضروریات سے تھا ورنہ اگر اولین کا تزکیہ نبی اور رسول اللہ نے کیا اور بغیر نبی اور رسول کے وجود کے اسکا تزکیہ نہ ہو سکا۔ تو آخرین کے تزکیہ کے واسطے جو شخص آتا ہے اگر وہ نبی اور رسول نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔ اگر وہ نبی اور رسول نہ ہوتا تو اسکا اس قدر فرما دینا کافی تھا۔ کہ "میں تمام کمالات محمدیہ کا جامع ہوں" اور اسی تمام کمالات محمدیہ میں تمام انوار نبوت برکات نبوت اور انعامات نبوت داخل تھے۔ کشوف رؤیا صالحہ اور الہامات اور استجابت دعا ہیں۔ پس اس کے ساتھ مع نبوت محمدیہ کا کلمہ پڑھنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ کوئی خاص مخصوص وجود ہے جو علاوہ اسکے کہ "مستجمع جمیع کمالات محمدیہ ہو" "نبوت کا منصب" بھی رکھتا ہے۔ ورنہ مع نبوت کیوں زائد از مطلب کلمہ بڑھا دیا اس امر کا کامل ثبوت ہے پس آپ نہ صرف "مستجمع جمیع کمالات محمدیہ" تھے بلکہ آپ "منصب نبوت" پر بھی ممتاز اور سرفراز تھے۔

حضرت صاحب کا "مستجمع جمیع کمالات محمدیہ" ہونا تو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپنے اتباع قرآن کریم اور سیدنا محمد رسول اللہ سے انوار نبوت اور انعامات اور برکات نبوت حاصل کئے اور یہ سب کچھ رحیمیت کے ماتحت کسبی طور پر ہوا۔ اور کسب کا دائرہ اسی حد تک کا تھا۔ آگے رہا منصب نبوت پر مقرر ہونا مقام نبوت پر کھڑا ہونا اور درجہ نبوت کا عطا ہونا جو کلمہ مع نبوت محمدیہ سے ظاہر ہے یہ محض رحمانیت سے ہے اسمیں کسب کو کوئی دخل نہیں۔ یہ امر وہبی طور پر نصیب ہوا۔

یہ حضرت نے بار بار فرمایا ہے کہ جو کچھ مجھکو ملا۔ بذریعہ اکتساب ملا ہے وہ صرف "مستجمع جمیع کمالات محمدیہ" ہونے کی حد تک ہے اور مقام نبوت پر سرفراز ہونا یہ محض رحمانیت اور وہب کا خاصہ ہے جیسا کہ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ کا فرمان پکار رہا ہے اور حضرت صاحب کا الہام سلیق الروح علیٰ من یشاء من عبادہ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵-۹۶) من یشاء میں واضح کر رہا ہے یہ مقام وہبی ہے ہاں من عبادہ میں شمولیت کسب چاہتا ہے۔

الغرض اگرچہ انبیاء سابقہ قبل از نبوت کسی سابق نبی اور رسول کی کتاب یا شریعت پر عامل ہوتے تھے تاہم ان کی نبوت اس اتباع اور کسب اور عمل کے باعث سے نہ تھی اور نہ چاہئے تھا کہ نبی اسی تربیت متبع اور مطیع جماعت میں سے ہوا کرتے اور دوسرے ممالک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں یا اقوام میں جہاں لوگ اس شریعت سے قطعاً بے خبر تھے۔ یا اس کے پیرو نہ تھے ان میں سے ہرگز منصب نبوت پر کوئی شخص ممتاز نہ ہوتا۔ پس نبی سابق محض رحمانیت اور موہبت سے نبی ہوئے اور براہ راست ہوئے اسلئے ان کی نبوت نبوت مستقلہ کے نام سے حضرت صاحب نے موسوم کی ہے۔

مگر النبوۃ فی الاسلام یعنے وہ نبوت جو اسلام میں موجود اور باقی ہے یہ اسی شخص کو ملتی ہے جس کے لئے امتی ہونا مقام صدیقیت تک منازل طے کرنے بذریعہ کسب اور عمل ضروری تھے اور یہ مقام طے نہ ہو سکتے تھے جب تک کہ سیدنا محمد خاتم النبیین اور قرآن کریم کی اطاعت اور اتباع نہ کیجاتی۔ یعنے ان دو امور کی موجودگی میں کوئی وہ شخص جو کسی غیر الاسلام دین کا متبع ہو۔ اپنی شریعت یا کتاب پر چلکر نہ تو کمالات نبوت حاصل کر سکتا ہے اور نہ مقام نبوت پر ممتاز ہو سکتا ہے۔

علاوہ بریں ایک اور اہم فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پہلے نبی اور رسول ضروری نہ تھا کہ سابقہ کتاب یا شریعت ہی کے متبع اور مبلغ ہوں اور اسی شریعت کی ترویج کریں مگر یہاں جس شخص نے بعد از حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین نبی اور رسول ہونا ہے اسکا کام محض تجدید شریعت قرآنیہ ہے خود بھی اسی شریعت پر مومن اور عامل ہوگا اور دوسروں کو بھی اسی کے اتباع کی طرف بلاویگا گویا اپنے الگ دین یا الگ شریعت کا مالک نہ ہوگا۔ تا قیامت یہی شریعت اسلامیہ قرآنیہ باقی رہنے والی ہے اسمیں کوئی ترمیم اور تنسیخ و تبدیلی ہرگز نہ ہوگی۔ پس النبوۃ فی الاسلام کے ماتحت نبی مقرر ہونے والا انسان گویا اپنی نبوت کا مالک نہیں بلکہ نبوت محمدیہ کی چادر کے نیچے ہے اور جو اسکے پاس ہے وہ سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ کا ہے اور اسکی نبوت نبوت محمدیہ ہے اور اسی کا مدعی و مثیل مسیح موعود ہے۔

پہلے نبی صرف نبی اسلئے کہلاتے ہیں۔ ان پر موہبت براہ راست ہوئی النبوۃ فی الاسلام کا نبی چونکہ اتباع اور اطاعت حضرت محمد رسول اللہ ہی کے باعث سے اس منصب پر قائم ہوا ہے اسلئے امتی نبی اور ظلی نبی کہلاتا ہے مگر نبوت میں فرق نہیں۔ اگرچہ اس منصب پر قائم کیا جانا بھی موہبت ہے تاہم اسکے ساتھ امتی ہونا لازمی شرط ہے۔ (باقی وارد)

خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

جفا کو وفا سمجھیں کب تک بھلا ہم
اب ایسے بھی ان کے نہیں مبتلا ہم

اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ مولنا احسن کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے میں کہ بدرجہ محبت و وفا ہوں کس قدر درد اور دکھ محسوس کرتا ہوں ؎

اس تمنگر کو تمگر نہیں کہتے بنتا
سعی تاویل خیالات جلی جاتی ہے

مگر کیا کیا جائے مولنا کی حالت ہی کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ جو بات کرتے ہیں کثیف۔ جو حرکت ہے وہ موجب تضحیک جو تحریر ہے وہ نہایت درجہ کی سخیف۔ صدر انجمن کے ایجنڈے میں جب آپنے یہ خبر پڑھی کہ میرا وظیفہ بند ہونے کا مسئلہ درپیش ہے تو بگڑ بگڑے بگڑے ہو گیا اور دل ریش اپنے غم اور غصے کو ضبط نہیں فرما کے اخبار پیام[1] کے ذریعے اپنے بیس ذمے شائع کئے ہیں اور پہلے بیس اول۔ دوم تا البتم تک ایک ایک کر کے یا بالفاظ مولنا "کر کر" پڑھ لیئے ایک سنگدل سے سنگدل اس فریاد رشیوں کو پڑھ کر موم ہو جاتا ہے تو پھر میں جو آخری دوست ہوں اسکے دل پر کیوں نہ چوٹ لگتی صدمہ ہوا مگر نہ اسلئے کہ مولنا کا وظیفہ جاتا ہے کیونکہ وظیفہ تو اصحب الفیل کے خزانہ عامرہ سے مل ہی جائے گا امروہہ و ابروہہ میں پہلے ہی صنعت تجنیس ہے۔ پس خانہ کعبہ کا خزینہ نہ سہی۔ ابرہہ آشرم بھی آخر اسی کا ہے جو بقول ہمارے وفادار شجاعت کار مورخ نامدار اکبر شاہ خان کے خاندان بنی امیہ کی واحد یادگار ہے) بلکہ اسلئے کہ اتنی مدت مسیح موعود کے نام لیوا ہے اور جب الدنیا رأس

کل خطیئۃ کا یہ حال ہے کہ ایک آدھی رپلّی کے لئے جان نکلنے لگی ہے مگر ایسی سخت جانی ہے کہ ابھی زندگانی ہے۔ بندۂ خدا (مولنا بے ادبی معاف اسوقت مجھے سخت غصہ آگیا ہے) اگر میں محمد علی کی سرکار کا آپ کی مانند وظیفہ خوار ہوتا۔ اور پھر ان سے علیحدگی کرنی پڑتی تو واللہ قبل اسکے کہ وہ میری نسبت ایسے مشورے کرتے میں انکو مکھیہ نا میں تمہارے مال کا بھوکا نہیں جاؤ اسے گھر رکھو۔ خدا میرا رزاق ہے ؎

اک ترے عشق کی دولت ہے میرے پاس وہ شے
جو اختیار کے ہے پاس نہ ابرار کے پاس

مولنا اگر آپ سوچتے تو جس خدا نے آپ کو اتنے سال دیا کیا آپ کو چند روز کے لئے آپکو بھوکا مارنے لگا تھا جو اسقدر آپکا دماغ چل گیا کہ ایک مرثیہ بھی فارسی میں موزون فرما دیا۔ موزون تو نہ تھا محاورہ کے اعتبار سے کہدیا ورنہ اسکے بہت سے مصرعے غیر موزون اور گستاخی معاف! ایشیائی شاعری کی کفن کے چند بوسیدہ تار ہیں۔ جو آپ کو نباشی کے صلہ میں کہیں سے ہاتھ آگئے سو مولنا اس سے بہتر فارسی تو میں چوتھی پرائمری کی جماعت میں بول لیا کرتا تھا۔ یہ آپ کو بڑھاپے میں کیا سوجھی کہ شاعر بن بیٹھے۔ بجام والوں کو بھی آپ کی تذلیل منظور تھی۔ ورنہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی لاہور میں آجکل موجود ہے جاتے ہیں۔ وہ ہی دیکھکر درست کر لیتے۔ بھلا یہ بھی کوئی شعر ہے ؎

پس سائل × دشمن ہم داخل اعجاز شد
زیں قوجہ صیغہ مفرد نہم انصار شدم
ہمچو شیرم × دمخالف - × من مثل حمار
زیں سبب ہست کہ من احسن نظار شدم
حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم

نہ ہو اف نہ آزاد کا مصنف - ورنہ وہ اسکی داد دیتا۔ مولانا الی معین من اراد اھانتک کے نظارے تو آپنے سینکڑوں دیکھے۔ اب مسیح موعود کا درجہ جب سے گھٹایا ہے الی معین من اراد اھانتک

[1] واللہ مجھے بھی پیغام ہی سے معلوم ہوا کہ انجمن میں مسئلہ پیش ہوگا

[2] ماشاء اللہ کیا عمدہ تضمین ہے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا نظارہ بھی دیکھ لیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ شاعری اور مولویت لازم و ملزوم نہیں مگر خدا نے آپ کو اظہر کہ اغیار بنانا تھا اسلئے آپ ایک قصیدہ لکھنے پر مجبور ہوئے اور اسمیں آپنے وہ گل کھلائے کہ یوسف نامہ کے بعض اشعار بھی بھول گئے جسمیں ایک نیکبخت محمد سعید نام نے بھی حضرت کے ایک قصیدہ کے مقابل میں قصیدہ لکھا ہے چنانچہ ایک دو چار شعر یہ ہیں۔

من آمدم شائع کنم تا نور نورا
آنرا کہ من گرفتہ ام از نور قادرم
پٹواری بود پدرم یعنے سیح ارض[1]
رفتے بوقت و بے وقت بر ارض دادرم[2]
وطنم بسمبڑیال است در ذیل یک مزار
آنجا کہ نخلے رویہ از امر قادرم
چگونہ شد نوشتہ بر جسم من ایں زار
گوئم بسادگی شاید کنی تو باورم
دیدم بخواب مریم و احمد را خود بخود
عمر و حسین و زلزلہ دیدم ز قادرم

کچھ سمجھ نہیں آتی کہ مولنا کو پیری میں یہ نابالغانہ حرکت کیا سوجھی۔ یا جوش جنوں میں از خود رفتہ ہو گئے بہر حال جو کچھ بھی ہوا۔ قصور مدیر پیام کی کم سوادی اور امیر پیام کی بیدادی کا ہے مولنا آپ حضرت محمود کو مصلح موعود مانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسکو یاد کہیں محو اللہ ما یشاء و یثبت میں کہتا ہوں آپ کو بھی یاد رکھنا چاہیئے تھا۔ تا از بدائش محمد احسن را۔ اور آل رسول والے کشف پر اصرار نہ کرتے۔ آپ حضرت میاں صاحب کو نزار روس کے انجام سے ڈراتے ہیں وہ تو اپنے مولیٰ سے ہر وقت ڈرتے ہیں اور اسکے فضلوں کا شکر بھی کرتے ہیں مگر آپ نے "انور پاشا" کا سوانگ بھرنے کی جو کوشش کی تھی فرمائیے اس کا کیا انجام ہوا۔ مولنا بڑھاپے میں عزل کا ارادہ کرتے وقت اپنی طاقت کا اندازہ بھی کر لیتے۔

مولنا آپنے حضرت میانصاحب کے حواشی کی بہت شکایت کی ہے اور آپکا خیال ہے کہ آپکے وظیفہ کی بندش انہی کی تحریک سے ظہور میں آئی۔ مولنا میں یقین دلاتا ہوں کہ حواشی کا کچھ قصور نہیں اور نہ کسی نے ایسا کیا ؎

ہم جور پرستوں پہ گماں ترک وفا کا
یہ وہم کہیں تجھ کو گنہگار نہ کر دے

البتہ آپ جن دنوں حواشی میں تھے ایسے ایسے فقرے لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے ممدوح بقول جناب فاضل ایم۔ ای اڈیٹری ریویو کے بارے میں آپنے لکھا تھا۔ عکس ملاحظہ ہو ؎

جو ہمسے چھپائی تھیں ہم کو نہ بتائی تھیں
روشن ہیں وہ سب ہم پہ باتیں من و تن تیری

ایم اے پر سخت متعجب آتا ہی کہ مہ فضیلت ایم اے کی اور رہے مضامین سہ چشم باز و گوش باز و اس رنگا چیرہ ام در چشم بندی خدا ایم اے تو تنہا ہ سر گزند بجا وہ تو جا ہا ہی کہ سلسلہ احمدیہ کو بالکل اضمحلال کر دیوے

پس مولنا میں کہہ سکتا ہوں لے بادصبا این ہمہ آوردۂ تست جو عذرات بارد آپنے کئے ہیں۔ یہی فاضل ایم اے کی طرف سے اگر پیش کئے جاتے۔ تو آپ کیا فیصلہ فرماتے۔ جس تلوار سے آپ دوسروں کا گلہ کاٹنا چاہتے تھے۔ اگر وہی تلوار آپ کی گردن پر چل گئی ہے تو گردن تسلیم خم کر دیجئے کہ خود کردہ را چہ علاج من حفر بئرا لاخیہ فقد وقع فیہ کی مثل کو لوگوں نے پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عبرت! عبرت!!

مولنا بے ادبی معاف اگر آپ نوحۂ چارہ دہم میں اس عاجز کو غالی نہ فرماتے تو یہ الفاظ آپ کی نظر محبت اثر میں نہ آتے ؎

رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے مرور بیداد میں
(الکمل) رنگ ہیں بوئے وفا میں نکہت برباد کے

---

[1] ارض دادر سے مراد مولانا ہی خوب سمجھیں [2] تکرار قافیہ تو ہو گیا مگر شعر کی لطافت و موزونیت قابل داد ہے

[1] تعجب ہے کہ مولنا مجھے بھی انہی میں سے سمجھتے ہیں میری تو یہ حالت ہے ؎ اغیار ہیں اک رنگ سے برپا ہی قیامت + حالانکہ ترے پاس نہ آیا نہ گیا میں +

سوامی ستیانند جی سے گفتگو

دنیا کو نمونہ کی ضرورت ہے

۸ مئی کو یہاں سوامی ستیانند جی آئے رات کو ان کا مذہبی وعظ تھا جس کے سننے کے لئے بعض دوست گئے سوامی صاحب نے خاصہ بیان کیا۔ جو انکے معتقدین کے لئے شائد مؤثر ہو۔ اور ہم بہت خوش ہوئے کہ سوامی صاحب نے اپنی قوم کو الیشور بھگتی کی طرف توجہ کیا۔ اور زندگی کو سدھارنے کے لئے ہر پہلو سے مکمل نمونہ کی ضرورت بتلائی اور بتایا کہ یہ بات شری رامچندر کے وجود میں پائی جاتی ہے مگر افسوس کہ اپنے مہرشی ۱۰۸ دیانند صاحب کو آریہ جاتی کے سامنے نمونہ نہیں پیش کیا شائد کچھ مصلحت ہو۔

۹ مئی چند احباب ۴ بجے ان کی اجازت سے ان کی ملاقات کو گئے۔ مقصد یہ تھا کہ کچھ تبادلہ خیالات دوستانہ رنگ میں ہو جائے۔ حکیم خلیل احمد صاحب نے تمہیدی گفتگو کے بعد پوچھا کہ جناب نے رات زندہ نمونہ کی ضرورت بتائی تھی۔ اس زمانہ میں کونسا زندہ نمونہ ہے سوامی جی نے جواب دیا کہ ضروری نہیں ہر زمانہ میں زندہ نمونہ پایا جائے صداقت ہمیشہ صداقت ہے۔ شری رامچندر جی کا نمونہ اب بھی کام دے سکتا ہے اور اس زمانے میں بھی کئی بھلے آدمی ہیں۔ ان سے نمونہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب سوامی جی کو رات والی بات یاد دلائی گئی۔ اور یہ کہ شری رامچندر جی کو دوسرے لوگوں پر جو امتیاز تھا وہ امتیاز اس زمانہ میں کسکو حاصل ہے تو سوامی جی نے یہی کہا کہ اسکی ضرورت نہیں۔ میر قاسم علی صاحب نے سوال کو واضح کیا کہ آپ کہتے ہیں شری رامچندر جی ہر پہلو سے مکمل نمونہ تھے اور یہ امتیاز انہوں نے وید کی تعلیم پر چلکر حاصل کیا تو کیا وجہ اب اس تعلیم پر چلکر ایسے ممتاز لوگ نہیں پیدا ہوتے۔ سوامی جی نے کہا کہ سوامی دیانند جی تھے۔ پنڈت لیکھرام تھے منشی رام ہنس پراج۔ انہوں نے زندگی میں ٹھوکریں کھائیں سوامی دیانند جی بہت بڑے تھے جب پوچھا گیا کہ آپ (سوامی دیانند) ہر پہلو سے مکمل نمونہ تھے؟ تو سوامی جی کہنے لگے۔ جس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیز کی ضرورت نہیں۔ اس کا نمونہ تھے۔ لیکن جب ضرورتوں کی تفصیل دی گئی۔ تو سوامی جی کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ اسپر اس سوال کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی کیونکہ ہمارا مطلب حاصل ہو چکا تھا۔ اور سوامی ستیانند جی نے مان لیا کہ سوامی دیانند جی ہر پہلو سے مکمل نمونہ نہ تھے۔ اور یہی ہمارا مقصد تھا۔

(۲)

آریہ مکتی پر اعتراض

میر قاسم علی صاحب نے دوسرا سوال یہ کیا کہ جیو جو مکت ہو کر مکتی خانہ میں جاتے ہیں۔ اور پھر واپس اس دنیا میں آتے ہیں۔ تو اس واپسی کا موجب کوئی گناہ ہے یا نیکی؟ اگر نیکی ہے۔ تو کیا مکت خانہ میں بھی کرم کئے جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی گناہ تو وہ کہاں سرزد ہوا۔ اگر اسی دنیا سے یہ گندگی ساتھ گئی۔ تو مکتی کیسے ہوئی اور جہاں جیو اتنی آلائشوں سے پاک ہوا۔ اس سے کیوں پاک نہ ہو سکا۔ سوامی نے کہا۔ واپسی کا موجب نہ گناہ ہے نہ نیکی۔ بلکہ یہ تو ایسا ہی ہے۔ جیسے سونے کے بعد جاگنا۔ جب اعمال کی جزا ختم ہوئی (اعمال محدود جزا بھی محدود) تو لامحالہ اسے وہاں آنا پڑے گا جہاں سے گیا تھا۔ میر صاحب نے کہا یہ مثال تو درست نہیں۔ سونے سے جو جاگنا ہے۔ وہ تو اسی مکان انہی کپڑوں میں ہے۔ اور جیو کی واپسی نہ تو اس سرشٹی میں ضروری ہے نہ اس جسم میں۔ دوم۔ ایشور میں کئے ہو کر جو آنند تھا کیا وہ اس جسم مادی کے ساتھ انسان پا سکتا ہے۔ اور کیا مکتی خانہ کی زندگی اور اس دنیا کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے اور ضرور ہے تو نجات یافتہ روح جو دکھ میں دوبارہ پڑی تو یہ کس پاپ کے بدلے میں۔ سوامی جی فرمانے لگے کوئی بڑا فرق نہیں۔ ایسے منش ہیں جو اسی دنیا میں رہ کر برہم لوک میں رہتے ہیں۔ اور کوئی دکھ محسوس نہیں کرتے۔ میر صاحب نے کہا بڑا فرق نہیں کہہ کر آپ نے فرق تو مان لیا۔ اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ کہ اس دنیا میں رہنے والے بیمار ہوتے ہیں۔ انہیں بھوک پیاس، جینے مرنے کا دکھ محسوس ہوتا ہے۔ وغیر ذلک ؛

پس یہ کہنا کہ دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ ایک دعویٰ ہے اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ پس آپ بتائیے۔ کہ یہ دکھ اور واپسی کی زحمت کس پاپ کا نتیجہ ہے۔ اور پھر یہ واپسی بذریعہ جنم ہوتی ہے یا کس طرح۔ سوامی جی کہنے لگے۔ واپسی آدھ سرشٹی مہا پرلے کے بعد جب نئے سرے سے دنیا ہوتی ہے۔ اس وقت بغیر طریق معاد پیدائش کے ہوتی ہے۔ اسپر سوال ہوا۔ کہ اثبات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر روح کی مکت خانہ میں رہنے کی مدت ٹھیک ابتداء دنیا کے وقت ہی ختم ہوتی ہے۔ سوامی جی فرمانے لگے کہ کئی سرشٹیاں ہیں۔ اور ریلوے کا مینیجر انتظام خوب جانتا ہے۔ میر صاحب نے کہا ریلیں تو اس کے اختیار میں ہیں۔ مگر مکت خانہ میں مکتی کی میعاد کا ختم ہونا تو اعمال پر منحصر ہے یا تو روحوں کو بلا کسی وجہ کے نئی سرشٹی کی پیدائش تک روکنا پڑے گا یا مجبوراً اس وقت دنیا پیدا کرنی پڑیگی جس وقت کسی روح کی میعاد ختم ہو۔ سوامی جی یہ مسئلہ حل نہ کر سکے۔ کہ واپسی کی علت کیا ہے اور دوبارہ اس دار المحن میں لانا کس پاپ کے عوض میں ہے اور واپسی آدھ سرشٹی کے وقت میں اتحاد کس طرح ضروری ہے۔ اسلئے یہ سوال داخل دفتر کر کے

(۳)

دنیا کا سلسلہ ازلی نہیں

تیسرا سوال کیا گیا۔ جو جہاں تک میں سمجھتا ہوں امتحاناً تھا۔ میر قاسم علی صاحب نے دریافت کیا۔ کہ دنیا پرواہ سے انادی ہے۔ یہ کیونکر مان لیا جاوے۔ جب ہر سرشٹی حادث ہے ہر سرشٹی معلول ہے کسی علت کی۔ حادثوں کا مجموعہ غیر حادث کیونکر ہو گیا۔ سوامی جی براہ راست یہ سوال حل نہ فرما سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے ورنہ یہ کہا۔ کہ اگر آپ جب سے ایشور ہے تب سے دنیا ہے نہ مانینگے۔ تو خدا کو کسی وقت غیر خالق غیر عالم بھی مانینگے۔ میر صاحب نے کہا کہ میں اسوقت بول رہا ہوں۔ اگر میں کسی وقت کلام نہ کروں تو اسکے یہ معنے نہیں کہ مجھ میں بولنے کی طاقت نہیں۔ یقیناً ایک صفت ہے۔ صفت بے شک ازلی ہے۔ مگر اس صفت کا جو ظہور ہے وہ اسکے اختیار میں ہے۔ اور وہ ظہور ازلی نہیں ہو سکتا۔ صفت فاعلیت اور اسکے ظہور میں کچھ نہ کچھ وقفہ تو ہو گا۔ الٰہی افعال اضطراری نہیں۔ بلکہ اختیاری ہیں۔ اور اس کے ارادہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس دنیا سے پہلے دنیا تھی۔ اس سے پہلے دنیا۔ اس سے پہلے دنیا۔ یہ صحیح ہے مگر آخر ماننا پڑے گا کہ صفت خالقیت اور اس کے ظہور۔ علت اور معلول میں کچھ قبلیت اور بعدیت ضرور ہے۔ پس دنیا کے پرواہ سے انادی ہونے کے کیا معنے۔ سوامی جی نے کہا کہ زمانہ لا انتہا ہے۔ اس میں جہاں بھی آپ نقطہ لگائینگے۔ اس سے پہلے بھی لا انتہا فاصلہ ماننا ہو گا۔ کیونکہ اگر انتہا والا فاصلہ ہے تو پھر ایشور بھی حادث ماننا پڑے گا۔ اور اگر لا انتہا فاصلہ ہے۔ تو اس فاصلہ اور وقفہ میں خدا کا کچھ پیدا نہ کرنا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس میں یہ طاقت نہ تھی۔ بچہ جب تک نہ بولے۔ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں بولنے کی طاقت ہے۔ اور جب لا انتہا زمانہ تک دنیا نہ بنائی۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ اب دنیا اسی نے بنائی۔ میر قاسم علی صاحب نے اپنا پہلا سوال دہرایا اور بتایا۔ کہ آپ صفت اور فعل کو ایک بتا رہے ہیں۔ میرے ہاتھ میں پنسل ہے۔ ہاتھ میں حرکت دینے کی طاقت موجود۔ جب میں نے چاہا۔ اس کو حرکت دی سوامی جی نے کہا۔ آپ پرمیشور کو جیو پرکرتی سے الگ تصور کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ اسکے اندر ساری ہے۔ جیسے لوہے کے اندر بجلی۔ بس جب سے پرمیشر ہے۔ اس کی طاقت کا ظہور شروع ہے۔ میر محمد اسحٰق صاحب نے کہا۔ اچھا! آپ یہ بتائیے کہ یہ سرشٹی جو ہے۔ اسکے بعد جو سرشٹی ہے۔ وہ سرشٹیوں کی تعداد میں اضافہ کریگی یا نہیں؟ سوامی جی نے کہا۔ ایسے ہی۔ جیسے ایک منٹ کے بعد دوسرا منٹ۔ اضافہ مان لیا۔ تب میر صاحب نے کہا اچھا۔ اس سرشٹی سے پہلے سرشٹی جو ہی۔ وہ اس تعداد موجودہ سے کم تھی یا نہیں، جب سوامی جی نے اسے تسلیم کیا۔ تو انہیں کہا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ جو چیز کم ہوتی جائے۔ آخر وہ ایک موقعہ پر جا کر صفر ہو جائے گی۔ سوامی جی کہنے لگے۔ اس طرح تو زمانہ بھی کم ہوتے ہوتے نہ رہے گا۔ پھر ایشور جو ایک وجود ہے وہ بھی نہ رہا۔ میر محمد اسحٰق صاحب نے کہا کہ میں تو ایشور کو زمانہ کا خالق سمجھتا ہوں۔ اور زمانہ مقدار فعل کا نام ہے۔ آپ اپنے پرایشور کا قیاس کیونکر کرتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ وقت بہت ہو گیا ہے پھر سہی۔ اسپر سب احباب واپس آئے۔ سوامی جی نے الائچی سے تواضع کی۔ اور تعظیم سے رخصت کیا۔ انکی گفتگو کا طرز شائستہ تھا۔ اُمید ہے سوامی جی تنہائی میں ان سوالوں پر غور فرمائینگے۔ تو کسی دوسرے وقت حل کرنے کے قابل ہو سکیں یا انہیں اسلام کی روشنی میں دیکھیں ؛

ترانہ آسان

(از ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی)

ہے بستیوں میں بستی گو قادیاں ہمارا
دارالاماں ہے لیکن جنت نشاں ہمارا
یہ مسکن مسیحا مولد ہے اک نبی کا
ہندوستاں کا کعبہ۔ ہے قادیاں ہمارا
اَتھم کو جا پچھاڑا۔ ڈوئی کو بھی لتاڑا
نبیوں میں کیا نبی ہے یہ پہلواں ہمارا
اے آریو! کدھر ہے۔ آتا کہیں نظر ہے
جو طالب نشاں تھا۔ دیکھا نشاں ہمارا
اُمت میں اُمتی بھی۔ نبیوں میں ہے نبی بھی
مہدی مسیح واحمدؐ صاحبقراں ہمارا
طاعون و زلزلہ سے تصدیق کی زمین نے
شاہد کھڑا ہے دیکھو یہ آسماں ہمارا
عیسےٰ کو زندہ کہہ کر کیوں بن رہی ہیں دشمن
اسلام ہو رہا ہے اب نوحہ خواں ہمارا
ترکوں نے دیں کو چھوڑا ترک اسلئے ہیں
بتلا گیا ہے ہم کو یہ راز داں ہمارا

اے مولوی لگالے زور اپنا ناخنوں تک
عیسےٰ کو کر کے زندہ جھٹلا بیاں ہمارا
آنا تھا گر کسی کو آنا وہ وقت، یہ تھا
آکر بنے گا پھر کیا مرثیہ خواں ہمارا
ہم کیوں نہ ہو دیں قربان فضل عمر کے آساں
خادم ہیں ہم تو اسکے وہ ہے میاں ہمارا

نیازِ معراج

(از میاں معراج الدین عمر صاحب سابق پروپرائیٹر قادیان)

سحر چو مرغِ سحر بانگ داد و کرد آواز
کہ اے گرفتہ دل و کشتۂ کرشمہ و ناز
چہ حلقہ ہا بزنی بر درش چو دیوانہ
چہ شورِ نالہ برافراشتی بکوے نیاز
رواں چہ کردۂ آبے ز چشم خونبارے
گذاشتی چہ بر آتش دلت بسوز و گداز
زبان طعن و ملامت دراز کردہ رقیب
نمک بزخم دلت ریخت است و گفت بساز
دلم شنید و بجوشید و بس رمید از جاں
بغوشِ قادیاں پرواز کرد و نالہ دراز
کہ اے حبیب گرفتارِ زار عشق توام
امید بہبت و جود تو کرد جانم باز
نہ این زماں من شوریدہ دل نہادم روے
خیال کوے تو میداشتم ز عمر دراز
غبار پائے مسیحا بدُم ز روز ازل
بر آستان خلافت نشستہ از آغاز
بہیچ در نروم زانکہ در ہمہ ہیچ است
گل مراد بدستم ازیں دریچۂ باز
نہ ہر گلے کہ بگلشن نہاد پائے جمال
نہ ہر نہال کہ در باغ سرکشد بناز
سزد کہ ولولۂ شوقِ دلربائی او
بہ پیش درگۂ محمود پا نہد چو ایاز
مرا کہ روئے بخاک قدوم پاک توام
شب و سحر بخیال تو ہست جانم باز
فغاں! کہ سوختہ سر تشنہ لب بکوئے توام
غروبِ غور بفرما بلطف بندہ نواز
کہ من اسیر کمندِ مصائب و آفات
فتادہ ام ز نظرہائے اہل حرمت و راز
تنم بفکرِ علائق دلم بفرقت یار
بسوخت مثل سپند و گداخت بے آواز
بجہد و فکر و تدبر نمے کشائد کار
بکار و کوشش کم جور در شبان دراز
مرا نہ ہمت صابر نہ استقامت و عزم
نہ حسن دعوئے محبوبی ام نہ زور نماز
مگر بعشق تو ایں دل ز غیر مستغنیست
نہ ایں سرم کہ گریزد ازیں مقام نیاز
یک التجا! کہ غریبم!! بگیر بہرِ خدا
خراب و خستہ و زارم بحالِ من پرداز
دریں مقام نیرزم بہیچ خوں آشام
نسیم صبح رساند نفیر تا شہباز
دُعا دہمت دلسوزت اے شہنشہِ حسن
شگفتہ مے کند ایں غنچہ ہا نقاب انداز
نہاں ست سرِ کشایش و راز فتح عقود
بیک دُعائے پگاہی ز دل گلاب انداز
ہزار شکر کہ دارم چو تو پناہ دارے
ترا بکامِ خود و بر تو دعوئے دمساز
دُعائے خاص بوقت حضوریٔ درگاہ
دُعا! کہ بستہ درے میکند دعایت باز
ہزار فتنہ کہ مشاطۂ قضا انگیخت
بدست ہمت مردانۂ تو گردد باز
بگیر دستم و کشتیٔ من بشط انداز
نگہ بحالِ عمر تا کہ گل بروید باز

دھرم سالہ کا زلزلہ

گذشتہ پنجشنبہ کو سوا تین بجے صبح کے لاہور میں جو زلزلہ آیا تھا۔ وہ ایسا سخت مزور تھا۔ جس نے لوگوں کو ایک معمولی حادثہ کے طور پر خواب نوشیں سے بیدار کر دیا تھا اور مسلمانوں کو قرآن مجید آیت اذا زلزلۃ الارض زلزالھا۔ یاد دلادی

ہوئی تھی۔ اس کے بعد ۱۰ بجے کے قریب ۱۰ منٹ تک زلزلہ کا ہولناک سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد بھی کئی دفعہ زلزلہ کے خفیف جھٹکے محسوس ہوئے۔ گو اس زلزلہ سے کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔ لیکن مکانوں کا بہت کچھ نقصان ہوا۔ ۲ بجے کے قریب پھر ایک سخت جھٹکا محسوس ہوا۔ جس سے بہت سے مکانوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ اور بعض مکانوں کی چھتیں گر گئیں۔ اس زلزلہ کا مرکز دھرم سالہ کانگڑہ اور اسکے نواح میں بتایا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر اخبار)